© rasailojaraid.com

یعنی تمییز الطیب۔ کو سخاوی کی المقاصد الحسنہ کہیے۔ اسی طرح جب المقاصد کے منبع [1] کی دریافت کیجیے تو چند مراحل کے بعد آپ قاضی رامہرمزی (م ۳۶۰ھ) کی فن اصول حدیث میں نقش اول یعنی کتاب "المحدث الفاصل" تک پہنچ جائیے گا۔

استطرادی فائدہ | راقم السطور کا اس حرف کے معرض ذکر میں لانے سے منشا یہ ہے کہ جن نکتہ چینیوں نے امیر الملک کو متقدمین (متقدمین نہیں) کی تالیفات کے تجرید و تلخیص اپنے نام سے شائع کرنے پر متہم فرمایا ہے۔ وہ شیخ الدیبع پر کیا فتوے صادر کریں گے اس معاملہ میں درد آلود شرح حال کی اجازت دیجیے۔ ؎

گرازیں منزل غربت بسوئے خانہ روم
نذر کردم کہ ہم از رہ بہ مے خانہ روم

المقاصد الحسنہ کی دو اور تجریدات بھی ہیں۔

(الف) ... از تقی الدین الفتوحی حنبلی نام تجرید ـــــ؟

(ب) الدرر اللامعہ از شہاب الدین احمد بن عبد السلام م ۹۳۱ھ / ۱۵۲۴ء [2]

ان ہر دو مولفین کے متعلق کیا ارشاد ہے اور ابن الدیبع نے تو اپنے ماخذ کے نام کی تفسیر معنوی بھی نظر انداز نہیں کی۔ دونوں کے نام ملاحظہ فرمایئے۔

سخاوی کا نام: "المقاصد الحسنۃ فی کثیر من الاحادیث المشتہرۃ علی الالسنۃ"

ابن الدیبع کا نام: "تمییز الطیب من الخبیث فی ما یدور علی السنۃ الناس من الحدیث"

---

[1] المقاصد الحسنۃ کا ماخذ (منبع) المحدث الفاصل ہے۔ اس کا ذکر نہ کشف الظنون میں ہے نہ اتحاف النبلاء میں، معلوم نہیں ملک صاحب کے اس انکشاف کا منبع کیا ہے۔ (رحیق)

[2] ان مثالوں میں مناسب ہو تو اس کا بھی اضافہ کر لیجیے جو حافظ ابن الجوزی جیسے کثیر التصانیف امام کے متعلق منقول ہے: "کان تصنیفہ فی فنون من العلوم بمنزلۃ الاختصار من کتب فی تلک العلوم الخ (ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب: صفحہ ۴۱۴ جلد ۱) حافظ ابن الجوزی کی وفات ۵۹۷ھ کی ہے۔

[3] اتحاف ص ۱۵۹ و کشف الظنون ص ۱۹۲ جلد ۲

© rasailojaraid.com

اور ابن الدیبع ہی کی (حدیث ہیں) تیسیر الوصول الی جامع الاصول ہے جو ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء میں کلکتہ اور دوسری مرتبہ ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء میں مصر میں طبع ہو چکی ہے۔ امیر الملک کے خزانۃ الکتب میں بھی اس کا اول الذکر نسخہ موجود تھا۔ مگر راقم نے مطبوعہ ہونے کی وجہ سے اس کا شمار "فی الباب" نہیں کیا۔ یہ کتاب کس قدر اہم ہے۔ اسی برس میں (از ۱۲۵۲ھ/۱۸۳۶ء تا ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۲ء) دو مرتبہ شائع ہوئی۔ اطراف ملک میں پھیلی۔ اہل ذوق نے تقریظیں لکھیں۔ اصحاب سیر نے اپنے مدونات کو اس کے تذکرے سے مزین کیا۔ اور یہ تلخیص ہے حافظ جزری ابن الاثیر (۶۰۶ھ/۱۲۰۹ء) کی کتاب "جامع الاصول لاحادیث الرسول" کی جو جملہ صحاح ستہ کی ایک نئی ترتیب تھی۔ اس کو نئی شان میں ممزوج کر دیا اور ابن الاثیرؒ کو یہ خیال رزین بن معاویہ ۵۳۵ھ/۱۱۴۰ء کی کتاب دیکھ کر پیدا ہوا۔ جیسا کہ مقدمہ جامع الاصول میں ثبت ہے

— رأیت کتاب رزین وھو اکبرھا واعمھا حیث حوی ھذہ الکتب الستۃ التی ھی امّ کتب الحدیث واشھرھا فاحببت ان اشتغل بھذا الکتاب الجامع فلما تتبعتہ وجدتہ قد اودع احادیث فی ابواب غیر تلک الابواب التی ھی اولی بھا وکرر فیہ احادیث کثیرۃ وترک اکثر منھا فجمعت بین کتابہ وبین ما لم یذکرہ من اصول الستۃ[1]

یعنی رزین نے صحاح ستہ کی تجرید تو کی ہے مگر ان سے بعض احادیث نظر انداز ہو گئیں۔ اور بعض مکرر بیاض میں آ گئیں۔ اب صرف اس کی تنقیح کے لئے ابن اثیر کو یہ زحمت اٹھانا پڑی۔ مگر تخفیفِ تصدیع کے لئے صرف حمیدی کی الجمع بین الصحیحین سامنے رکھ لی ہے۔ قال ابن الاثیر فی جامع الاصول واعتمدت فی النقل من الصحیحین علی جمع للحمیدی فی کتابہ فانہ احسن فی ذکر طرقہ واستقصی

---

[1] اتحاف النبلاء المتقین ص۲۶۔ جامع الاصول ۹ جلدوں میں کامل، سلطان سعود کی توجہ گرامی اور شیخ حامد الفقی کی تحقیق سے شائع ہو گئی ہے اس سے قبل ۱۳۲۸ھ اس کا ایک ابتدائی حصہ بھی اس کی شرح جامع المعقول والمنقول کے ساتھ طبع ہوا تھا۔ جو اس وقت میرے سامنے ہے۔ اس کا صفحہ ۲۲ دیکھنا چاہئے۔ (رحیق)

© rasailojaraid.com

فی ایراد رواتہ والیہ المنتہی فی جمع ھذین الکتابین[۱] —— یعنی تنقیح تو صرف رزین کی کتاب کی مدِ نظر تھی۔ مگر اس میں صحیحین کی احادیث پر از سرِ نو مقابلہ اور تصحیح سے بچنے کے لئے حمیدی کا دامن پکڑ لیا۔ اور یہ جامع الاصول فی احادیث الرسول جیسی جامع صحاح ستہ بعنوان دگر مرتب ہوگئی۔ یعنی اصل کتب ستہ کو سامنے نہیں رکھا بلکہ ان کا پہلے کا ایک مجموعہ معمول بہ بنا لیا[۲]۔

باوجودیکہ جامع الاصول کی اساس رزین کی تجرید صحاح ستہ تھی مگر ابن اثیرؒ سے بعد میں آنے والوں کے لئے جامع الاصول ہی اساس بن گئی اور اس بنیاد پر مختلف شکلوں میں مدونات مرتب ہونے لگے۔

(۱) ازانجملہ اس کی ایک مختصر ابو جعفر محمد المروزی الاسترآبادی نے لکھی۔

(۲) دوسری تلخیص شرف الدین ہبۃ اللہ بن عبدالرحیم البازری الشافعی (۷۳۸ھ) نے کی۔ ۱۳۳۷ء

(۳) تیسری تجرید ابن کیکلائی (العلائی الدمشقی المقدسی) صلاح الدین خلیل ۷۶۱ھ ۱۳۵۹ء نے کی۔

(۴) چوتھی شکل شیخ احمد بن رزق اللہ الانصاری الحنفی کے ہاتھوں مرتب ہوئی۔

(۵) شیخ مجد الدین صاحب القاموس (م ۸۱۷ھ ۱۴۱۴ء) نے جامع الاصول پر چند زوائد لکھے اور نام تسہیل طریق الوصول الی الاحادیث الزائدۃ علی جامع الاصول رکھا۔

(۶) تیسیر الوصول —— انہی شیخ ابن الدیبع کی کتاب ہے[۳]۔

بالآخر ان ستہ مکررہ میں سے ہر ایک اصحاب حدیث اور جامعین آثار کی صف میں جلوہ آرا ہے۔ اور دستورِ تالیف بھی یہی ہے۔

جامع الاصول فی احادیث الرسول کے ایک اور ثمنی پر نظر دوڑائیے، یہ کتاب "جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد" ہے جس کی وجہ تسمیہ ہی یہ غمازی کر رہی ہے کہ اس کا مبنیٰ دو کتابیں ہیں۔ جن میں سے ایک تو

---

[۱] اتحاف النبلاء والمتقین ص ۶۰ ومقدمہ جامع الاصول ص ۲۵ طبع مصر ۱۳۷۰ھ [۲] یہ نتیجہ پیش کردہ عبارت سے مفہوم نہیں ہوتا (محقق) [۳] اتحاف النبلاء والمتقین ص ۶۲۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہی جامع الاصول ہے[1]، مقدمہ جمع الفوائد کے یہ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"امابعد فہذا جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد الاول للامام مجد الدین ابی السعادات المبارک بن محمد بن الاثیر الجزری ضم جمع فیہ مافی تجرید رزین بن معاویۃ الاصول الستۃ بابدال ابن ماجۃ بالموطا ومانقصہ رزین منہا"[2]

اور تفصیلات جمع الفوائد کے لوح سارکی طرف سے سرعنوان یہ الفاظ پڑھ کر معلوم کرلیجئے اور کم وبیش کا اندازہ کر لیجئے گا۔

"ھذا الکتاب الذی جمع فیہ الامام محمد بن محمد بن سلیمان (م ۱۰۹۴ھ / ۱۶۸۳ء) احادیث اربعۃ عشر کتباً اعنی الصحیحین للبخاری ومسلم والسنن للترمذی والنسائی وابی داؤد وابن ماجہ والموطا للامام مالک والمسند الامام احمد والمسند لابی یعلی الموصلی والمسند الدارمی والمسند لابی بکر البزار والمعاجم الثلاثۃ للطبرانی والاوسط والصغیر"[3]

ان الفاظ سے مترشح ہے کہ جامع رجمع الفوائد نے از سرنو مذکورہ چہاردہ اساطین احادیث سامنے رکھے۔ اور اپنی کتاب مرتب کی لیکن ایسا نہیں ہوا بلکہ صاحب جامع الاصول نے صحاح ستہ کی تمام احادیث تجریداً جمع کر رکھی تھیں۔ انہوں نے باقی آٹھ کتابیں سامنے رکھ کر ایک ایک حدیث کو ان پر عرض کیا اور صحاح ستہ میں جو آثار نہ تھے وہ اگر ان میں سے کسی میں نظر آئے تو شامل کتاب کر لیے گئے۔ معلوم نہیں مولانا عاشق علی میرٹھی کے قلم سے

---

[1] اور دوسری مجمع الزوائد، از شیخ حافظ نورالدین علی بن ابی بکر الہیثمی المتوفی ۸۰۷ھ در دوی زوائد کتب ستہ از مسند احمد و بزار وابی یعلی و معاجم ثلثہ طبرانی جمع نمودہ با جرح تعدیل و صحت وسقم احادیث الخ (اتحاف ص ۱۴۳) (رحیق) [2] جمع الفوائد مطبوعہ میرٹھ از مقدمہ جامع الکتاب [3] مقدمہ جمع الفوائد طبع میرٹھ مگر افسوس ہے جمع الفوائد میں مجمع الزوائد کی طرح تنقیح وتنقید سے کام نہیں لیا گیا جس کی وجہ سے اہل نظر کے ہاں اسے استفادی رفعت نہیں حاصل ہو سکتی (رحیق)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقدمہ (الفوائد) میں ایسی تخلیط کیوں ہوگئی۔[1]

اور اگر حمیدی (صاحب کتاب الجمع بین الصحیحین کی ہمت پر توجہ فرمایئے تو ان کی تگ ودو بھی اسی حد تک نظر آئے گی کہ

"وے ترتیب احادیث بر حسب فضل صحابی راوی حدیث کردہ مثلاً احادیث ابوبکر صدیقؓ را مقدم کردہ بعدہ عمرؓ را تا تمام عشرہ مبشرہ"[2]

یعنی صحاح ستہ کو مسند صحابہ پر مرتب کرلیا اور بس۔[3]

البتہ حافظ حمیدی نے بعض مقامات پر تعلیقاً یا تکمیلاً کچھ اضافات کئے تو ان پر ناقدین جہزۃ الفن نے بھی تعاقب فرمایا۔ چنانچہ

"عراقی در الفیہ گویدان الحمیدی زاد فی جمعہ الفاظاً وتتمات لیست فی واحد منہما من غیر تمییز وھذا مما انکر علیہ لانہ جمع بین کتابین فمن این تاتی الزیادۃ"[4]

اور یہ بحث بجائے خود اپنے اندر بے شمار اسرار وغوامض رکھتا ہے۔ جس کے لیے دوسرا موقع زیادہ مناسب ہوگا۔ ولعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا۔

الغرض حمیدی نے صحیحین کو ملا کر اپنی کتاب "مسانید" کے نہج پر مدون کردی۔ جو ان کا ابداع نہ تھا بلکہ ان کے گرد وپیش بہ عنوان (مسند) مختلف طریقوں میں گھوم رہا تھا۔ جن میں سے مثلاً امام احمد بن حنبل کا راستہ اختیار کرکے ہر ایک صحابی کی مرویات کو یکجا کردیا۔ یہ ہے جامع الاصول لاحادیث الرسول کا جوہر! اور جو ہر الجواہر یعنی الجمع بین الصحیحین و

---

[1] مجمع الزوائد بھی تو کتاب کے "موضوع" میں داخل ہے (رحیق) [2] اتحاف ص۶۵ [3] لقاطی درحاشیہ الفیہ گفتہ قال الحمیدی ربما زدت زیادات من تتمات وشرح لبعض الفاظ الحدیث وقفت علیہا فی کتب من اعتنی بالصحیح کالاسماعیلی والبرقانی قال بان یسوق الحدیث ثم میز ثم یقول الی ھنا انتہت روایۃ البخاری مثلاً ومن ھنا زادہ البرقانی وھذا واضح ثم میز باخفی منہ فانہ ربما یسوق الحدیث کاملاً اصلاً وزیادۃ ثم یقول لفظۃ کذا زادہ فلان ونحو ذلک فقد حصل التمییز اجمالاً وتفصیلاً (اتحاف ص۶۵ وکشف ص۴۰۱ جلد اول [4] اتحاف النبلاء ص۶۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجرید رزین دونوں کا جو ہر صحیحین اور سنن اربعہ ہیں۔ جن کی صرف ترتیب کا نہج ہر درجہ پر بدل گیا ہے۔ مگر جس طرح ابن اثیر جزری جامع الاصول لاحادیث الرسول کے جمیع الصفات نام کی وجہ سے مشہور ہیں۔ اسی طرح حمیدی "الجمع بین الصحیحین" کے پرشکوہ نام سے معروف اور رزین کی کوشش سے بھی اہل نظر ناآشنا نہیں۔

ایک اور مثال | شیخ علی المتقی برہان پوری (م ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء) مشہور اور زہد و تقوے میں معروف ہیں۔ ناقلین آثار حدیث میں آپ کی گوہر تابناک "تالیف کنز العمال کی جود وعطا سے تمام عالم اسلام متمتع ہے، طرز عنوان نرالا، ترتیب انوکھی اور تکثیر آثار کے اعتبار سے کنز من کنوز الاعمال والامثال ہے

نہ من بر آں گل عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزارانند

کنز العمال کے ہر ایک باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال واعمال کی تقسیم جدا جدا ہے۔ اور ترتیب فقہی۔ لیکن الشیخ المتقی نے یہ خزائن کہاں سے حاصل کئے۔ انکا ظہور نو دسویں صدی کے آخر میں ہوا۔ سن وفات شیخ م ۹۷۵ھ / ۱۵۶۷ء ہے۔ احادیث وآثار کے منتشر اجزا ان کے ظہور سے صدیوں پیشتر معاجم، مسانید، سنن اور جوامع میں مدون ہو چکے تھے جس سے اب ایک ایک روایت کے حاصل کرنے کے لئے کسی قسم کے حال کی گنجائش وضرورت نہ تھی۔ مزید برآں ان کی خوش نصیبی تھی جو انہیں اپنے ہی قرن (دعا شہ) کے مؤلف علامہ سیوطی (م ۹۱۱ھ / ۱۵۰۵ء) کی ایک تدوینہ بعنوان جمع الجوامع دستیاب ہو گئی جس نے بہ تغییر اسلوب کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال کی شکل اختیار کر لی، اس کا تذکرہ سنئے!

"..... شیخ علامہ علاؤ الدین علی بن حسام الدین الہندی الشہیر بالمتقی این کتاب را مرتب کردہ و کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال نام نہادہ"۔
"وذکر کردہ کہ بر مدونات بسیار در کتب حدیث از تالیف آئمہ واقف شدم۔
لیکن ہیچ کتابے در آنہا اکثر الجمع از کتاب ... زیرا کہ جامع اصول وجزو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آنست...... پس اول جامع صغیر و زوائد آنرا مبوب نمودہ و منہج العمال فی سنن الاقوال نام کردہ بعد قسم اول را مبوب نمودہ "غایۃ الاعمال فی سنن الاقوال" نام نہادم"

"پس ازقسم دوم افعال را مبوب ساختہ بمستدرک الاقوال مسمی ساختم بعدہ ہمہ را بیک ترتیب براسلوب جامع الاصول مرتب کردہ و مجموع را کنز العمال نامیدہ شد"

بعدہ انتخاب و تلخیص آں کردہ پس کتابے در چہار مجلد آمد"۔[1]

ماخذ مذکور میں جامع صغیر کا مشارٌ علیہ سیوطی ہی کی ایک اور تالیف الجامع الصغیر ہے کہ بحذف اسناد صرف الفاظ حدیث بہ ترتیب ہجا دمع استخراج ماخذ پر مدون ہے اور یہ (الجامع الصغیر) بھی سیوطی کی جمع الجوامع ہی کا دوسرا چہرہ ہے الفاظ مقدمہ یہ ہیں" —— و

سمیتہ الجامع الصغیر من حدیث البشیر النذیر لانہ مقتضب من الکتاب الکبیر الذی سمیتہ جمع الجوامع وقصدت فیہ جمع الاحادیث النبویۃ...[2]

یہ ہے "کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال" جیسی ضخیم اور مہتم بالشان کتاب کا قصہ اور مولف شیخ علی المتقی صدر نشین بزم مؤلفین حدیث ہیں، لیکن حال یہ ہے کہ ان کی کاوش خود سیوطی کی سعی کی رہین منت ہے۔ اس طرح اگر جناب سیوطی کی تگ و دو کا پتہ لگایا جائے۔ تو کچھ عجب نہیں کہ ان کی آخری منزل بھی تجرید زرین تک ثابت ہو۔

ایک اور مثال | یہ سبل السلام شرح بلوغ المرام مؤلفہ امیر یمانی ہے "البدر التمام" قاضی حسین المغربی دم ۱۱۱۶ھ / ۱۷۵۲ء کی تلخیص ہے اگر خود (البدر التمام) بھی اس داغ سے نہیں بچی۔ مؤلف (حسین المغربی) کے تذکرہ میں منقول ہے۔

"وھو مصنف شرح بلوغ المرام وھو شرح حافل نقل فیہ ما فی التلخیص من الکلام علی متون الاحادیث واسانیدھا ثم اذا کان الحدیث فی البخاری نقل شرحہ من فتح الباری واذا کان فی

---

[1] اتحاف النبلاء (کتاب) جمع الجوامع امام سیوطیؒ کے ذیل میں ص ۶۷ [2] الجامع الصغیر ص ۲ طبع مصر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحیح مسلم فنقد شرحہ من شرح النووی وتارۃ ینقل من شرح السنن لابن رسلان ولکنہ لاینسب ھذہ النقول الی اھلھا غالباً مع کونہ یسوقھا باللفظ ...... ۱؎

اور اس سے مفر کسے ہے! ابھی ابھی ہمارے ہی ملک میں بعض الصحاح الستہ کے جو عربی شروح جلوہ بار ہوتے ہیں ان کا تجربہ فرمایئے تو ان میں سے ایک بھی "بدر تمام" کی طرح "داغ" سے پاک نظر نہ آئے گا۔ مگر افسوس ہماری جرحیں ایسے اصحاب پر محفوظ اور صرف صدیق حسن خاں کے لئے ملفوظ ہیں ؎

مدت ہوئی کہ آسمان برسر اختلاف ہے،
ایک مجھی پہ ہے عتاب سب کی خطا معاف ہے

فتح البیان للنواب ان ہندوستانی شارحین صحیح مسلم و سنن ابوداؤد و موطا میں آپ کو البدر التمام کی طرح ماخذ اور "تفصیل" مما "پر عموماً اشارہ تک نہ ملے گا۔ مگر نواب صدیق حسن خان کی "فتح البیان" (عربی تفسیر) کے معاملہ میں عیب چینی حد سے گزر چکی ہے! حالانکہ اس تفسیر کے متعلق (خود) فرماتے ہیں — "فتح البیان" یہ اٹھارہ تفاسیر سے ملخص ہے۔ اگرچہ مقدار کثیر تفسیر شوکانی سے ماخوذ ہے۔ اس میں بھی اختصار طریقۂ سلف پر اظہار کیا گیا ہے" ۲؎

اس پر ایک مہربان نے فرمایا "بہتر یہ تھا کہ نواب صاحب تفسیر شوکانی ہی شائع کر دیتے۔ فرمایئے اس کا کیا جواب دیا جائے؟

اور تاج مکلل صفحہ ۳۰۷ میں فرماتے ہیں: -

"این تفسیر را جامع این اوراق اولاً اختصار کرد بیشتر برآں از دیگر تفاسیر معتبرہ چیزہا افزودہ تا آنکہ کتابے مستقل گردد و مسمی شد بفتح البیان فی مقاصد القرآن" ۳؎

۱؎ البدر الطالع صفحہ ۲۳ جلد ۱۔ والتاج صفحہ ۲۳۸ ۲؎ نصب الذریعۃ الی تعدید علوم الشریعۃ (اردو) مؤلفہ امیر الملک صفحہ ۱۱

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسی طرح امام شوکانی کی "تالیف" ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول" کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

"و ایں کتاب را مختصر لیست از کاتب حروف "حصول المامول" نام کہ اولاً در ہند و ثانیاً در قسطنطنیہ طبع شدہ[۱]

اسی طرح امام شوکانی کی مؤلفہ" الفتح الربانی" کے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

"و ایں کتاب نزد ایں بندۂ شرمندہ موجود است و ازاں در" دلیل الطالب" جز آں انتفاع کثیر بدست آوردہ[۲]۔ کتاب مذکور کا پورا نام دلیل الطالب الی ارجح المطالب" ہے۔

اسی طرح" السیل الجرار" (شوکانی) کے تذکرہ میں فرماتے ہیں۔

"و آں را در فارسی باختصار بردہ و" بدور الاھلہ من ربط المسائل بالادلۃ" نام کردہ[۳] (السیل الجرار شرح ہے" الازھار" کی جیسا کہ اس مقالہ میں ایک مقام پر مذکور ہوا)

اسی طرح کتاب" دلیل الفالح" کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

"گویم" دلیل الفالح" نزد ایں مستہام موجود است، و ہر چند بعض فوائد او فرزندم عزیزم در" عرف الجادی من جنان ہدی الہادی" ترجمہ کرد۔ اما دل مے خواہد کہ احکام و مسائل او را مستقلاً در زبان پارسی بہ ترتیب اصل حاشیہ یک جا فراہم آوردہ شود"[۴]

اسباب مطاعن امیر الملک پر ان مطاعن کا مجرک لکھنؤ ہے جہاں کے سب سے بڑے عالم کے متعلق نواب صاحب کے قلم سے یہ الفاظ نکل گئے۔

" گویم وادی سنت ناجیات تلامذہ ملا عبد العلی لکھنوی در دیار ہند کہ ایشاں را ملک العلماء و بحر العلوم یاد مے کنند و بداں شہرت شدہ، با آنکہ

---

[۱] التاج المکلل صفحہ ۲۰۶ [۲] التاج المکلل صفحہ ۳۰۶ [۳] التاج صفحہ ۳۰۶ [۴] التاج صفحہ ۳۰۶۔

[۵] التاج المکلل ۲۵۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دستگاہ ایشاں در معقول بود وعلوم شرعیہ راکم ترورزیدہ خصوصاً علم تفسیر وحدیث وآں چہ در فقہ واصول آں نوشتہ خالی از غلط ومسامحات نیست۔ حالانکہ درعصر ایشاں وبعد ازاں در دیار دہلی وجز آں ائمہ گذشتہ اند کہ جامع بودند درمیان معقولات ومنقولات ومعارف وسلوک وآنہا مستحق تراند بایں القاب لاسیما خاندان ذیشان حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کہ ہر فرد ایں دودمان یتیم ذنت خود بود در جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ اتصاف داشت بکمالات ظاہریہ وباطنیہ ولکن مفاسد جہل وتعصب در حصر نمے گنجد [1]

بحر العلوم ملا عبد العلی (م ۱۲۲۵ھ) قطب الدین رح کے پوتے ہیں۔ جن سے مولانا عبد الحی لکھنوی کا نسب گرامی ۶ پشت سے ملتا ہے۔ (عبد الحی بن عبد الحلیم بن امین اللہ بن احمد بن محمد یعقوب بن عبد العزیز بن محمد سعید بن قطب الدین (تذکرہ علمائے ہند فارسی) امیر الملک اور مولانا عبد الحی لکھنوی کے مشاجرات کی اصل بنیاد یہی تحریر تھی جسے اختلاف مسلک، رشک معاصرت اور احد الفریقین کے دنیوی عز وجاہ میں برتری نے اور مہمیز دیا جب نواب صاحب کے مؤلفات میں اتحاف النبلاء طبع ہوئی۔ ما فی الباب اصحاب تراجم کی توفیت وفیات میں مؤلف یا ماخذ کسی ایک کی غلطی پر مولانا عبد الحی نے پوری ایک کتاب لکھ دی۔ (ابراز الغی الواقع فی شفاء العی) [2]

نواب صاحب کی طرف سے ان کے مندرجات کی توثیق اور معترض کی تردید پر مولانا محمد بشیر سہسوانی نے عبد البصیر کے نام سے "تبصرۃ الناقد برد کید الحاسد" لکھوا دی۔ اور اس جنگ نے پوری قوت کے ساتھ دنیائے علم کو اپنے اندر لپیٹ لیا، اس زورآزمائی میں فریقین نے ایک دوسرے کے مختار مسائل پر حرف گیری کے بجائے نئے نئے طریقوں سے مقابلہ شروع کیا۔ نواب صاحب اپنی تائید میں عنوان بدل بدل کر کتابیں شائع کرتے رہے۔ اور مولانا لکھنوی اپنی تائید میں ——! مگر امیر الملک کے مولفات پر ان کے ناخشنودگی کی وجہ سے عام یلغار شروع ہوگئی۔ جس پر مختصر سی بحث اس

[1] حاشیہ التاج المکلل مؤلفہ امیر الملک ص ۳۲۶ [2] دعوی علی مصنفات حسن الصدیق القنوجی (معجم المطبوعات العربیہ ۵۰۳)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مضمون میں اوپر گذر چکی ہے۔

نواب صاحب اپنے بعض مؤلفات میں ان مشہور و مقتدر رؤسائے علم و اہل دول کے نام بھی شائع فرما دیتے جن کے پاس یہ کتابیں ہدیۃً بھیجی جاتیں۔ ان میں زیادہ تر نام ہندوستان سے باہر کے ہوتے۔ اس قسم کا ایک باب نواب صاحب کی تالیف (العلم الخفاق بعلم الاشتقاق) عربی میں ملے گا۔ فریق مخالف ان ہی پتوں پر نواب صاحب کے خلاف اپنا لٹریچر اور آپ پر حرف گیری کے سلسلہ میں خطوط بھی ہمراہ کر دیتا۔ جس سے باہر کے لوگوں میں امیر الملک کے خلاف ایسا تخیل قائم ہو گیا۔ جس کو اگر صحیح تسلیم کر لیا جائے تو اسلام کا علمی سرمایہ صرف چند تصانیف میں رہ جائے گا۔ کیونکہ بعد کے ہر ایک مؤلف نے اپنے پیشرو کے نہ صرف مفہوم بلکہ الفاظ تک سے اپنی تالیفات کو مزین کیا ہے۔ امیر الملک پر اس قسم کے بے حساب اعتراض وارد کئے گئے ہیں۔ بایں ہمہ ؎

خود بخود بوئے یار پھیل گئی
کوئی منت کش صبا نہ ہوا

اور صدیق الحسن کا چرچا اقصائے عالم میں پھیل ہی گیا۔ ولو!!!

لیکن ــــــ!

تذکرہ تھا ابن الدیبع کا جن کی بقیہ تالیفات یہ ہیں مگر یہ کتابیں امیر الملک کے خزانۃ الکتب میں نہ تھیں۔ اس لئے خارجاً عن الباب یہ حکایت کی جاتی ہے)

(۱) بغیۃ المستفید فی اخبار مدینۃ زبید ... صفحات ۳۰۰ مطبوعہ مصر در ۱۳۲۴ھ (۱۲۸ھ)

(۲) الدرر الثمین فی ایام الامام محمد بن عایض ... مخطوطہ در دار الکتب مصریہ بالقاہرہ

(۳) الفضل المزید (بغیۃ المستفید مذکور کی ذیل ہے " " " "

(۴) قرۃ العیون فی اخبار الیمن المیمون " " مکتبۃ البلدیۃ باسکندریۃ

" فہو مجلد واحد حسن الخط (۳۴) صفحۃ کبیرۃ المعجم فی کل صفحۃ (۳۴) سطراً طول (۱۴)

سنتمر اوائل الکتاب " الحمد للہ الذی خص قطر الیمن المیمون بالایمان دون سائر الاقطار فالایمان یمان والفقہ یمان والحکمۃ یمانیۃ لشہادۃ المصطفی المختار"

یہ کتاب ابو الحسن خزرجی کی کتاب "العسجد المسبوک فی من ولی الیمن من الملوک" کی تلخیص ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خمستان

(اثر صہبائی کا ایک مجموعہ کلام)

(از جناب ابو علی الاثری صاحب کالج اسٹور، اعظم گڑھ)

میں ایک روز تفریحی مطالعہ کے لئے اردو دواوین کا جائزہ لے رہا تھا کہ اثر صہبائی کا دیوان خمستان ہاتھ آگیا۔ میں نے اس کو الٹ پلٹ کر دیکھا تو بہت پسند آیا۔ شروع میں مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ کا تبصرہ بھی شامل ہے۔ میں نے اس کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ اس وقت کا ہمارا یہ نوجوان شاعر جواب عالم کہولت سے بھی آگے ہوگا اہلحدیث ہے تو اور زیادہ دلچسپی پیدا ہوئی۔ ذیل کی چند سطور میں میرے اسی مطالعہ، دلچسپی اور تاثر کا نتیجہ ہیں۔

معلوم نہیں ان دو باتوں نے کیونکر شہرت پائی، اور ان کو مولانا سید سلیمان صاحب نے بھی تعجب کے ساتھ لکھا ہے، کہ شیعہ حافظ قرآن اور اہل حدیث شاعر نہیں ہوتے۔ لیکن اتنا تو کسی قدر صحیح ہے کہ اہل حدیث طبقہ میں حکیم مومن خاں کے سوا کوئی دوسرا مشہور اردو کا شاعر نہیں ہوا۔ حکیم مومن خاں نے اپنی اہل حدیثیت اور غیر مقلدیت کو نہیں چھپایا اور صاف صاف کہا۔

ارباب حدیث کا فرماں بر ہوں — تقلید کے منکروں کا سر دفتر ہوں
مقبول روایت آئمہ نہ قیاس — یعنی کہ فقط مطیع پیغمبر ہوں

خالص ہوں محمدی میرا دین اسلام — گو رائے صواب ہو نہیں مجھ کو کام
تقلید کی ٹھہری تو بنوں گا شیعہ — کس واسطے چھوڑ دیجیے افضل امام

لے نام آرزو کا تو دل کو نکال لیں — مومن نہ ہوں جو ربط رکھیں بدعتی سے ہم

سید صاحب نے لکھا ہے کہ اہل حدیثوں کے شاعر نہ ہونے کو مولانا ثناء اللہ صاحب نے بھی خوب مشہور کیا ہے۔ یہ تو ہم نے بھی اپنے کانوں سے سنا ہے کہ ان کی تقریر میں کوئی شعر کا نسل آجاتا تھا تو صحیح نہیں پڑھتے تھے۔ فرماتے تھے کہ خود شعر کہنا تو بڑی بات ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہیں دوسرے کا شعر بھی موزوں اور صحیح نہیں پڑھ سکتا۔ اور اس کے متعلق ہمیں سید صاحب کی یہ توجیہ بہت پسند آئی کہ ماعلمناہ الشعر، ینبغی لہ۔ شعر صحیح پڑھنا بھی سنت سنیہ کی تقلید ہے۔ ہم نے خود آج تک کسی مشہور اہل حدیث شاعر[1] کا نام نہیں سنا ہے۔

مولانا حافظ عبداللہ صاحب غازی پوری کے گھرانہ میں شعر و شاعری کا بھی چرچا تھا۔ اور ان کے دونوں لائق بھانجے مولانا عبدالرحمان، مولانا عبدالنان شاعر تھے۔ اردو فارسی دونوں زبانوں میں طبع آزمائی کرتے تھے علی الترتیب بقا اور وفا ان کے تخلص تھے۔ اور شمشاد لکھنوی کے شاگرد تھے۔ جو مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور میں فارسی کے استاد تھے۔ اور جن کا لکھنؤ اسکول میں ایک خاص درجہ ہے۔ اور تلامذہ کی ایک بڑی تعداد کے مالک ہیں۔ لیکن ان بزرگوں نے اردو شاعری میں کوئی شہرت حاصل نہیں کی۔ اور نہ شعر و سخن میں ان کا کوئی مرتبہ متعین ہوا۔ یہی حال قریب قریب مولانا یوسف شمس فیض آبادی کا بھی ہے۔ جو زیادہ تر مسدس لکھتے تھے۔ اور اہلحدیث کانفرنس کے اجلاسوں میں پڑھتے تھے۔ لیکن ان کی شہرت بھی اس دائرہ سے آگے نہ بڑھ سکی۔ ہمارا خیال ہے کہ دینی ذوق اور شاعری اکٹھا نہیں ہو سکتی۔ دینی ذوق بڑھے گا تو شاعری ختم ہو جائے گی۔ اور شاعری ترقی کرے گی تو دینی ذوق باقی نہیں رہے گا۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے ساتھ ان کا تخلص میران کے نام کا جزو لاینفک تھا۔ لیکن ہماری نظر سے آج تک ان کا کلام نہیں گذرا۔ مولانا مسعود قمر بنارسی اپنے نام کے بجائے اپنے تخلص ہی سے مشہور ہیں۔ ان کے مضامین کے پڑھنے کا اتفاق تو ضرور ہوا۔ لیکن اُن کا کوئی شعر اب تک سننے میں نہیں آیا۔ مولانا ابوالکلام کا تخلص آزاد بھی ان کے نام کا جزو لاینفک ہے اور وہ اپنے نام اور تخلص دونوں کے ساتھ مشہور ہیں۔ بلکہ ان کے نام کے ساتھ تخلص آزاد نے بھی اتنی شہرت پائی کہ کسی اور کا آزاد تخلص رکھنا مشکل ہو گیا۔ بلکہ ان کی شخصیت اور ذات کے ساتھ ایسا مختص ہو گیا کہ آزاد کا لفظ زبان پر آتے ہی ذہن بے اختیار ان کی شخصیت کی طرف منتقل

[1] شاعری میں شہرت نہ سہی لیکن قاضی طلا محمد پشاوری، نواب صدیق حسن خانؒ، مولانا عبدالکریم مصنف دیوان گلشن ہدایت، مولانا عبد العزیز صاحب مصنف نظم البیان، مولانا محمد فاخر زائر الہ آبادی وغیرہ اور ہمارے پنجابی شاعر تو متعدد ہیں۔ جو سب اچھے پائے کے ہیں (رحیق)

© rasailojaraid.com